بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْن، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن،

أَمَّا بَعْدُ:

36- اللہ تعالیٰ کی صفات کمال میں سے چار صفات: الغضب، السخط، الکراھیۃ، البغض

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

ہم بات کررہے تھے اللہ تعالیٰ کے اسماءوصفات کے بیان کے تعلق سے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس جملے پر رُکے تھے: ''وقوله تعالي: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾(النساء:93)۔

فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مصنف رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کی صفات کمال میں سے ان چار صفات کا ذکر فرمایا ہے''آيات صفات الغضب والسخط والكراهية والبغض''، اور پانچ آیات بیان کی ہیں:

1-پہلی آیت: ''الآية الأولى'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾(النساء:93)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اس آیت کی شرح میں اس آیت کی مختصر تفسیر میں:

مَنْ جو ہے: ﴿وَمَنْ﴾ شرطیہ ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ جو شرط کا صیغہ ہے وہ صیغ العموم میں سے اور عموم سے مراد یہ ہے کہ اس میں سب شامل ہیں، کوئی بھی ہو جس نے بھی یہ عمل کیا جس کا ذکر ہو رہا ہے اس شرط میں (اس شرط کے جملے میں) اور جواب میں وہ سب اس میں شامل ہیں۔

﴿مُؤْمِنًا﴾ سے مراد: "هو من آمن بالله ورسوله صلى الله عليه وآله وسلم، فخرج به الكافر والمنافق"، ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ جس نے بھی عمداً (جان بوجھ کر) کسی مومن کا قتل کیا تو اس کی کیا سزا ہے شرعاً اس کی کیا جزا ہے، ﴿فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ﴾ یعنی دیکھیں پانچ وعیدیں ہیں سخت کہ جس نے بھی عمداً بغیر حق کے کس مسلمان کا قتل کیا ہے کسی مومن کا قتل کیا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ﴾ یہ جملہ شرطیہ ہے اسم الشرط ہے اس میں سب شامل ہیں کہ جس نے بھی کسی مومن کا قتل کیا، ﴿يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا﴾ تو مومن جس نے کسی مومن کا قتل کیا (اس میں کافر، منافق خارج ہو گئے)۔

لیکن کافر کے تعلق سے شیخ صاحب فرماتے ہیں اس کافر کا جس کا عہد وپیمان ہو "ذمة أو أمان" ہو تو ایسا شخص گناہ گار ضرور ہے لیکن یہ وعید اس آیت میں جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس کو نہیں پہنچتی وہ اس کا مستحق نہیں ہے کیونکہ خصوصی طور پر مومن کا ذکر ہے ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا﴾۔ یعنی کافر اور منافق نہیں ہے کیونکہ مومن کی ضد کیا ہے؟ ایمان کی ضد کفر اور نفاق ہے کفر اکبر اور نفاق اکبر یہ ایمان کی ضد ہے جب ہم کسی مومن کی بات کرتے ہیں۔

تو کافر کی ہم جانتے ہیں کہ دو قسمیں ہیں: (۱) ایک تو وہ کافر جو جنگ پر اُترا ہوا ہے۔ (۲) دوسرا وہ کافر جو ذمی ہے یا جس کا کسی سے عہد وپیمان ہے، یا معاہد یا مستامن ہے جس کو امان دی گئی ہو۔

تو ہم نے یہ کہا ہے کہ کافر اس میں شامل نہیں ہیں کیونکہ بات مومن کی ہو رہی ہے۔

جس نے کسی ایسے کافر کو قتل کیا جس کا عہد وپیمان ہو وہ گناہ گار ضرور ہے کہ کسی ذمی کو قتل کر دیا ہے جان بوجھ کر، کسی مستامن کو جس کو امان دی گئی ہے اس کو قتل کیا گیا ہو، کسی معاہد کو قتل کسی نے کیا ہو تو ایسا شخص جو مسلمان ہے جس نے

قتل کیا ہے اس کافر کو وہ گناہ گار ضرور ہے لیکن یہ جو وعید جس کا ذکر کیا گیا ہے یہ پانچ سخت وعیدیں ہیں جن کا ذکر ہے وہ ان کا حق نہیں رکھتا کیونکہ اس نے مومن کا قتل نہیں کیا کافر کا قتل کیا ہے۔

اگر کسی میدان جنگ میں میدان جہاد میں کافر کا قتل کیا ہے؟ باعث اُجر ہے (بارک اللہ فیک)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، اور منافق جو ہے "وأما المنافق، فهو معصوم الدم ظاهراً، ما لم يعلن بنفاقه": یہ قاعدہ یاد رکھیں ہمیشہ کہ منافق جو ہے وہ معصوم الدم ہے ظاہراً کیونکہ ظاہراً وہ مسلمان ہی ہے وہ زبان سے کلمہ بھی پڑھتا ہے وہ نماز بھی پڑھتا ہے وہ روزہ بھی رکھتا ہے ظاہراً، تو وہ مسلمان ہے ظاہراً، اور اُس پر مسلمانوں کا جو حق ہے اسے دیا جاتا ہے کیونکہ وہ ظاہراً مسلمان ہے، تو اس کا خون بھی معصوم ہے اس کا قتل نہیں کیا جائے گا باقی اُس کا باطن کیا ہے وہ جانے اُس کا ربّ جانے۔

"ما لم يعلن بنفاقه": اگر وہ اپنے نفاق کا اعلان کر دیتا ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ شخص جو ہے منافق ہے اور نفاق اکبر ہے تب تو پھر یہ کافر ہے مرتد ہے، اگر اُس کا اعلان نہیں کرتا ہے تو وہ جانے اُس کا ربّ جانے ہم ظاہراً اُس کو دیکھ کر اور جو مسلمانوں کا حق ہے اسے دیا جائے گا، ظاہراً۔

"وقوله ﴿مُّتَعَمِّدًا﴾": دیکھیں ایک ایک لفظ اس آیت کریمہ میں دیکھیں ذرا کہ ﴿مُّتَعَمِّدًا﴾ کیا فائدہ ہوتا ہے اس لفظ سے؟ دیکھیں ﴿مُّتَعَمِّدًا﴾: "يدل على إخراج الصغير وغير العاقل"، صرف خطاء کی بات نہیں ہے چھوٹا بچہ اور غیر عاقل جو ہے وہ اس سے خارج ہو گیا ہے مستثنیٰ ہے اس سے۔

کسی بچے نے جان بوجھ کر قتل کیا ہے یہ وعید اس کو ہو گی؟ نہیں ہو گی۔ کسی پاگل نے قتل کیا ہے کسی مومن کا قتل کیا ہے وہ بھی۔ وجہ کیا ہے؟ لفظ ﴿مُّتَعَمِّدًا﴾ دیکھیں ذرا بچے کا تعمد کیا ہوتا ہے اور پاگل کا کیا تعمد ہوتا ہے؟

﴿مُّتَعَمِّدًا﴾ یعنی نیت سے اس نے کیا ہے جان بوجھ کر اس نے کیا ہے۔

"لأن هؤلاء ليس لهم قصد معتبر ولا عمد" (کیونکہ ان کا قصد (نیت جو ہے) اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ان کا جو عمد ہوتا ہے اس کا کوئی اعتبار ہوتا ہے)، اور اس کے ساتھ ساتھ "وعلى إخراجا لمخطئ" (جس سے خطاء ہوئی ہے وہ بھی خارج ہو گیا ہے اس وعید سے) "وقد سبق بيانه في الآية التي قبلها" (اس سے پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے)۔

اب وعید دیکھیں:

1-﴿فَجَزَآؤُهٗ﴾ سب سے پہلے نعوذ باللہ ﴿جَهَنَّمُ﴾: جہنم جو ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں "اسم من أسماء النار" (جہنم جو ہے وہ آخرت کی آگ جو اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا عذاب ہے نعوذ باللہ اُس کے ناموں میں سے ایک نام ہے ﴿جَهَنَّمُ﴾)۔

2-﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾: "أي : ماكثاً فيها" ((پہلی وعید کیا ہے؟ جہنم ہے) دوسری وعید ﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾ (لمبے عرصے تک)۔

3-﴿وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾ (اللہ تعالیٰ کا غضب اُس پر نازل ہو گا)۔ اور غضب جو ہے یہ شاہد ہے ہم صفت غضب کی بات کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو غصہ بھی آتا ہے اور غضب کی صفت جو ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے "الوجه اللائق به، وهي من صفاته الفعلية"۔

صفت غضب کیا ہے ذاتی ہے یا فعلی ہے؟ صفت فعلی ہے۔ اس کا تعلق کس چیز سے ہے؟ مشیئت سے ہے اللہ تعالیٰ کی چاہت سے ہے، اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے راضی ہوتا ہے جب چاہتا ہے غصہ ہوتا ہے۔

4-چوتھی وعید: ﴿وَلَعَنَهٗ﴾ (اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (نعوذ باللہ))۔ اور لعنت سے مراد ہے "اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارنا، دور کر دینا"، اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے نکال دیتا ہے دھتکار دیتا ہے (نعوذ باللہ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ چار ہیں سخت سزائیں اور وعیدیں جو اس آیت میں ہیں۔

5-"والخامس" (پانچویں جو ہے) ﴿وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ (اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے (نعوذ باللہ))۔

"خمس عقوبات" (پانچ سزائیں ہیں یہ) "واحدة منها كافية في الردع والزجر لمن كان له قلب" (ایک ہی یہ سزا جس کا ذکر کیا گیا ہے اس آیت میں اس کے لیے کافی ہے اس کے ردع اور زجر کے لیے جس کا دل ہو اور جو سمجھنے والا ہو)۔

ایک ہی کافی نہیں ہے کیا جہنم کافی ہے نا؟! ﴿جَهَنَّمُ﴾ ہے، پھر ﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾ ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (نعوذ باللہ) ﴿وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا﴾ ،عام عذاب ہے؟ ﴿عَذَابًا عَظِيْمًا﴾۔

اور آپ یہ دیکھیں یعنی دیکھیں کتنی واضح آیت ہے نا! اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان جو ہے بالکل واضح ہے۔

عجب ہے اُن لوگوں پر جو مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہیں، جہاد کے نام پر فساد پھیلاتے ہیں دہشت گردی کرتے ہیں، مسجد کے اندر بم بلاسٹ کرتے ہیں خودکش حملہ کرتے ہیں، اور دیکھیں یہ ایک مومن کی بات ہو رہی ہے جس کے لیے یہ سخت وعیدیں ہیں جہاں پر دس بیس تیس چالیس یا اُس سے زیادہ یا کم مر جاتے ہیں اللہ کے گھر میں نماز پڑھتے ہوئے اُس دھماکے میں اُس کا کیا حال ہو گا؟! ایک تو خودکشی کی الگ سزا ہے (نعوذ باللہ) الگ جرم ہے، اور ایک مومن کو قتل کرنے کی پانچ سخت سزائیں ہیں وعید ہے سخت قسم کی! آپ غور کریں کہ تقریباً کسی جرم کے لیے اتنی پانچ اکٹھی نہیں ہوئیں (سبحان اللہ)۔ وجہ کیا ہے؟

تاکہ یہ پتہ چلے سب کو کہ مومن جو ہے وہ عام انسان نہیں ہے اُس کا خون کتنا محفوظ ہے یہ کلمہ توحید کی برکت دیکھیں آپ! جس نے سچا کلمہ پڑھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک خاص بندہ ہے اگر کوئی بھی اسے جان بوجھ کر قتل کرتا ہے تو اچھی طرح یہ سوچ لے کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، یعنی دنیا کی ذلت اور رسوائی الگ ہے اور یہ تو عذاب جو پانچ سخت وعیدیں ہیں یہ آخرت کے لیے ہیں (نعوذ باللہ)، اور اس دنیا میں وہ لعنتی انسان ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت اُس پر اس دنیا میں بھی ہو گی، اللہ کا غضب بھی اس دنیا میں ہے اور آخرت میں اس کی جو باقی سزائیں ہیں وہ بھی اس کے ساتھ ہوں گی (نعوذ باللہ)۔

تو جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خودکش حملہ جائز ہے (کسی بھی صورت میں) ایک دفعہ اس آیت کو صرف آنکھوں سے نہیں اپنے دل سے ایک دفعہ پڑھ کر دیکھ لیں اور غور و فکر کر کے دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا ہے اور کیا پیغام دیا ہے۔

اس پیغام میں حکم ہے نا حکم کیا ہے جانتے ہیں؟ منع کیا ہے کہ غلطی سے بھی کبھی کسی مومن کو تم نے قتل نہیں کرنا، اس پیغام میں اصل میں یہ حکم ہے کہ مسلمان مومن کا جو ہے اس کا خون ہے معصوم ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، لیکن ایک اشکال پیدا ہوتا ہے اہل سنت والجماعت کے منہج کی بنیاد پر کہ "الخلود في النار" کا جو مسئلہ ہے ﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾ اور قتل کے تعلق سے یہ وعید بیان کی گئی ہے اور قتل کرنا

کفر تو نہیں ہے نا کیونکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک جہنم کا جو ہمیشہ کا عذاب ہے وہ صرف کافر کے لیے ہے مومن کے لیے نہیں ہے۔

یہ قاعدہ اچھی یاد رکھیں یعنی وہ گناہ گار مومن جس نے کبیرہ گناہ کیے ہیں اگر وہ توبہ نہیں کرتا اور اپنے ان کبیرہ گناہوں پر اس کو موت آجاتی ہے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے فضل و کرم سے اس کے گناہ معاف کر دے اور چاہے تو عدل وانصاف سے اسے سزا دے، اور عدل وانصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ اسے جہنم میں سزا ملے گی۔ ہمیشہ کے لیے کیا؟ نہیں! جتنا کہ اس کے گناہ ہیں۔ جب وہ گناہوں سے پاک ہو جائے گا پھر وہ جہنم سے نکال دیا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

لیکن مسئلہ یہ ہے یہاں پر کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾ قاتل کے تعلق سے جس نے کسی مومن کا قتل کیا ہے سخت وعید ہے جہنم کی اور ﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾ جبکہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک جہنم کا ہمیشہ کا عذاب جو ہے وہ کس کے لیے ہے؟ وہ کافر کے لیے ہے اور کفر اس کی وجہ ہے۔

اگر کوئی مسلمان مرتد ہو جاتا ہے کافر ہو جاتا ہے ایمان سے خارج ہو جاتا ہے ﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾ ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب کا مستحق ہے وہ (ہمیشہ کے لیے ہے)۔

لیکن یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک قتل کرنا کفر نہیں ہے تو پھر ﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾ کا ذکر یہاں پر جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اس کا کیا معنی بنتا ہے؟

آیئے دیکھیں بڑا پیارا جواب دیکھیں ذرا، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا جواب جو ہے مختلف وجوہات سے دیا گیا ہے:

1- پہلا جواب جو ہے "أن هذه في الكافر إذا قتل المؤمن" (کہ یہ وعید اس کافر کے لیے ہے جو مسلمان کا قتل کرتا ہے) "لكن هذا القول ليس بشيء" (یعنی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بعض علماء نے یہ قول بھی بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ کافر ہے جو کسی مومن کا قتل کرتا ہے)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس قول کو بھی بیان کیا ہے تاکہ پتہ چلے کہ یہ جواب بھی موجود ہے، اب سارے جو مختلف جوابات ہیں سب ہم سنیں گے لیکن دیکھیں سب سے صحیح جواب کیا ہے اور کیوں ہے۔

اور یہ غلط کیوں ہے جو غلط جواب ہے؟ کیونکہ یہ آیا ہے کیونکہ یہ اشکال پیدا ہوا ہے کہ ایک طرف آپ کہتے ہیں ہمیشہ کا عذاب جہنم کا کافر کو ہے اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾ اس شخص کے لیے جس نے کسی مومن کا قتل کیا ہے، اور خوارج کو یہاں سے غلط فہمی ہوئی ہے خوارج کے نزدیک جو قتل کرتا ہے کسی مومن کا وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے اور کبیرہ گناہ کرنے والا شخص جو ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ کیا دلیل ہے؟ اسی آیت کو اور اس جیسے جو نصوص ہیں اُن کی بنیاد پر اُن کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے۔

تو پھر علماء نے جب اُن کا رَد کیا ہے تو کیا رَد کیا ہے تاکہ اس غلط فہمی میں جو لوگ مبتلا ہیں وہ اس غلط فہمی سے نکل جائیں تو مختلف جوابات انہوں نے دیئے ہیں اُن میں سے سب سے پہلا جواب کیا ہے؟ کہ اس آیت کریمہ میں ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا﴾ سے مراد کافر ہے کیونکہ کافر ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ تو انہوں نے ایک چیز کو دیکھا ہے دوسری کو نہیں دیکھا۔

میں بتاتا ہوں انہوں نے صرف ﴿خٰلِدًا﴾ کو دیکھا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ہمارے منہج کے مطابق یہ ہے کیونکہ اس نے مسلمان مومن کا قتل کیا ہے اور ہمیشہ کے لیے جہنم کا عذاب ﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾ کا لفظ بھی ہے تو اس سے مراد کافر ہے تو کافروں کو یہ سزا ملے گی۔

لیکن شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لكن هذا القول ليس بشيء“ (یعنی یہ بات کچھ بھی نہیں ہے یعنی یہ جواب کچھ بھی نہیں ہے)۔ یعنی جواب صحیح ہے؟ صحیح نہیں ہے۔ کیوں؟ کیونکہ شیخ صاحب فرماتے ہیں ”لأن الكافر جزاؤه جهنم خالداً فيها وإن لم يقتل المؤمن“ (کافر تو ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہے گا اگرچہ وہ کسی مومن کا قتل بھی نہ کرے (تو اس کا کفر ہی کافی ہے جہنم کے عذاب کے لیے ہمیشہ کے لیے))، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الأحزاب میں: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ۝٦٤ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝٦٥﴾

(الأحزاب:64-65)۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكٰفِرِينَ﴾ ((لعنت ہے کافروں پر) بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت بھیجی ہے) ﴿وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا﴾ (ان کے لیے سعیر بھی ہے) آخرت کی آگ جو ہے النّار ناموں میں سے ایک نام ہے سعیر، جہنم بھی نام ہے سعیر بھی نام ہے)) ﴿خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ (ہمیشہ کے لیے جہنم میں ان کو (نعوذ باللہ) یہ عذاب ملے گا (سعیر میں)) ﴿لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا﴾ (نہ کوئی اُن کا دوست ہوگا نہ کوئی اُن کا مددگار ہوگا (نعوذ باللہ))۔((یہ پہلا جواب ہے جو کہ درست نہیں ہے))۔

2-دوسرا جواب "الوجه الثاني": اُن کے لیے ہے یہ وعید (یا اُس کے لیے ہے) جس نے قتل کو حلال سمجھ کر قتل کیا ہے کسی مومن کا "استحل القتل"، کیونکہ جو قتل کو حلال سمجھتا ہے تو ایسا شخص کافر ہے دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

یعنی جس شخص نے بھی (قاعدہ یہ ہے) کسی حرام چیز کو حلال سمجھ کر اس پر عمل کیا ہے تو اسے کفر استحلال کہتے ہیں تو ایسا شخص جو ہے وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے کیا لازم آتا ہے؟ تکذیب اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حرام ہے یہ شخص کہتا ہے حلال ہے تو اسے کہتے ہیں کفر استحلال۔

اگر کوئی شخص زنا کرتا ہے زنا کرنا کبیرہ گناہ ہے کفر ہے کیا؟ نہیں۔ کس صورت میں کفر ہوگا؟ اگر اُس زنا کو حلال سمجھ کر زنا کیا جائے۔

چوری کرنا حرام ہے کوئی شخص چوری کو حلال کر کے چوری کرے اسے حلال جان کر جبکہ نصوص سامنے رکھ دیئے گئے ہیں اور اس کو پتہ بھی ہے کہ حرام ہے لیکن پھر بھی ہٹ دھرمی کا وہ شکار ہو کر کہتا ہے کہ نہیں! حلال ہے، اسے کہتے ہیں استحلال اور ایسا شخص جو ہے وہ کافر ہے۔

سوال: نہ بھی کرے تب بھی؟

جواب: ہاں، اگر استحلال ہے اگر وہ حلال سمجھتا ہے وہ چوری نہیں کرتا، زنا نہیں کرتا لیکن صرف حلال سمجھتا ہے تب بھی کافر ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وعجب الإمام أحمد من هذا الجواب" (امام احمد بن حنبل امام أہل السنۃ رحمہ اللہ کو تعجب ہوا اس جواب سے) "قال: كيف هذا ؟! إذا استحل قتله، فهو كافر وإن لم يقتله" ((سبحان اللہ، سمجھ آئی یعنی یہ جواب

بھی درست نہیں ہے وہ کیسے ؟)امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں،ایسا شخص جو ہے جو قتل کو حلال سمجھتا ہے اگرچہ قتل نہ بھی کرے کسی مومن کا وہ ویسے ہی کافر ہے (تو بات قتل کرنے کی ہو رہی ہے) وہ ہمیشہ جہنم رسید ہو گا اگرچہ وہ قتل کرتا بھی نہیں ہے کیونکہ اس نے کفر کیا ہے)۔

"ولا يستقيم هذا الجواب أيضاً"(یہ جواب بھی مستقیم نہیں ہے صحیح نہیں ہے)۔

3-تیسرا جواب"الوجه الثالث":(یہ جملہ جو ہے"على تقدير الشرط"ہے)"أي: فجزاؤه جهنم خالداً فيها إن جازاه"(اس میں جملہ شرطیہ جو ہے چھپا ہوا معنی ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے یہ سزا دینا چاہے تو اللہ تعالیٰ اسے یہ سزا دے گا ہمیشہ کے لیے جہنم کا عذاب ہو گا)۔

"وفي هذا نظر" (اس میں بھی نظر ثانی مستحق ہے یہ جواب بھی درست نہیں ہے)۔وہ کیسے ؟"فأي فائدة في قوله: ﴿فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ﴾، ما دام المعنى إن جازاه؟!" (﴿فَجَزَآؤُهُ﴾ ہے پھر معنی مستقیم تو نہیں ہوتا نا(اگر کا لفظ تو ہے نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے سزا دینا تو سزا دے،اللہ تعالیٰ نے تو واضح فرمایا ہے﴿فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ﴾ بات چاہت کی تو ہے نہیں))۔

"فنحن الآن نسأل" (شیخ صاحب فرماتے ہیں: ہم چلو یہ سوال کرتے ہیں)"إذا جازاه" (اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اسے یہ سزا دینا)"فهل هذا جزاؤه؟" (کیا پھر بھی اُس کی یہی سزا ہے کہ ہمیشہ کے لیے جہنم رسید ہو گا وہ؟)"فإذا قيل: نعم، فمعناه أنه صار خالداً في النار" (اگر جواب بے شک "جی" میں ہے تو پھر وہی معنی ہے جو اشکال ہے وہ تو باقی رہے گا کہ مومن کا قتل کیا ہے کفر نہیں ہے ہمیشہ جہنم میں کیسے رہے گا؟!(اشکال پھر باقی رہتا ہے اور پیدا ہو جاتا ہے))"فتعود المشكلة مرة أخرى، ولا نتخلص" (پھر یہی مشکل ہے جو شروع سے شروع ہو جائے گی اور کبھی اس سے خلاصی نہیں ہو سکے گی)۔

"فهذه ثلاثة أجوبة لا تسلم من الإعتراض" (یہ تین جواب جو ہے یہ اعتراض سے پاک نہیں ہیں ان سب میں کوئی نہ کوئی اعتراض کیا گیا ہے اور اعتراض اپنی جگہ پر ہے(صحیح اعتراض کیا ہے مطلب یہ ہے))۔

اب چوتھے جواب اور پانچویں جواب میں وزن ہے اب دیکھتے ہیں جو صحیح جواب ہے وہ کیا ہے۔

جانتے ہیں بات کیا ہو رہی ہے؟ بات یہ ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ جس نے کسی مومن کا قتل کیا ہے اس کو سخت سزا ملے گی جہنم کی سزا﴿ خٰلِدًا فِيْهَا ﴾(ہمیشہ کے لیے)،﴿ خٰلِدًا فِيْهَا ﴾ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے اب ہم یہ جانتے ہیں (ہم اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بیان کر رہے ہیں) اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ کفر ایک ایسا معاملہ ہے جس کے لیے ہمیشہ کا جہنم کا عذاب ہوتا ہے، کفر کے علاوہ کوئی گناہ بھی ہے (کفر اکبر کے علاوہ کوئی گناہ بھی ہے) تو اس میں ہمیشہ کے لیے کسی مومن کو جہنم کا عذاب نہیں ملے گا جیسے میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ لمبے عرصے کے لیے ہوگا (ابھی آئے گا جواب)، کچھ بھی ہوگا لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے اپنے عدل وانصاف سے سزا دے اور چاہے تو فضل وکرم سے معاف کر دے اس کا ایمان توحید کو دیکھ کر اس کے عمل کو دیکھ کر، اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ اُس سے عدل وانصاف کرنا چاہے تو پھر سزا ملے گی۔ سزا کب تک؟ جب تک گناہوں سے وہ پاک نہیں ہو جاتا۔

اب ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ایک طرف ہم کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں لفظ جو ہے﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَا ﴾، عمداً کوئی شخص کسی مومن کو قتل کرتا ہے تو جہنم کا عذاب﴿ خٰلِدًا فِيْهَا ﴾کیسے ہے؟ بات تو یہ ہے کہ کفر ہوگا نا کہ کفر ہی ایسا گناہ ہے جس میں﴿ خٰلِدًا فِيْهَا ﴾ہے تو قتل کفر تو نہیں ہے، اب چوتھا جواب دیکھیں:

4-"أن هذا سبب، ولكن إذا وجد مانع، لم ينفذ السبب" (کہ یہ سبب ہے اور اگر کوئی مانع ہو جائے تو سبب کا نفاذ نہیں ہوتا جیسا کہ ہم یہ کہتے ہیں مثال کے طور پر) "القرابة سبب للإرث" (رشتے داری جو ہے وہ وارث ہونے کا سبب ہے)۔ کوئی شخص مر جاتا ہے اس کے جو قریبی رشتے دار ہیں وہ وارث بن جاتے ہیں اب یہ قرابت جو ہے یہ وارث ہونے کا سبب ہے کہ نہیں؟ اور ہر قریبی رشتے دار نہیں جو قریبی ہے خصوصی طور پر معروف ہے۔ "فإذا كان القريب رقيقاً" (لیکن اگر یہ قریبی جو رشتے دار ہے اگر یہ غلام ہوتا) "لم يرث" (تو وارث نہ ہوتا)۔ کیوں؟ ابھی ہم نے کہا وارث ہے؟ "لوجود المانع وهو الرق" (کیونکہ یہاں پر ایک وجہ ہے ایک مانع ہے جو اسے وارث ہونے سے منع کر دیتا ہے (وہ کیا ہے؟)، "الرق" غلامی جو ہے (اصل میں تو وارث ہے وہ لیکن سبب ہے وارث نہ ہونے کا اس سبب کی وجہ سے اب وہ وارث نہیں ہے))۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "فنقول: هذا الفعل سبب للخلود" (یہ جو فعل ہے قتل جو ہے یہ ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب کے لیے ایک سبب ہے) "وإذا كان الفاعل مؤمناً فلا يخلد في النار" (لیکن اگر قتل کرنے والا مومن ہو تو ہمیشہ کا عذاب اسے جہنم میں نہیں ملے گا)۔

تو سبب تو ہے لیکن اس سبب کا اگر کوئی مانع موجود ہے تو پھر اس مانع کے ہونے کی وجہ سے اس وعید سے وہ بچ جائے گا تو خلود سے بچ جائے گا۔ کیوں؟ کیونکہ سبب ہے کیونکہ ایمان جو ہے وہ سبب ہے جیسا کہ رِق جو ہے (غلامی جو ہے) وہ سبب تھا وارث نہ ہونے کا، اب یہ ایمان جو ہے یہ سبب ہے ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب سے بچنے کا، ایک تو یہ جواب ہے۔

لیکن دوسری طرف سے ایک اشکال پیدا ہوتا ہے شیخ صاحب (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں تو اس وعید کا فائدہ کیا ہے سخت وعید کا؟

جواب میں شیخ صاحب (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: "فنقول: الفائدة أن الإنسان الذي يقتل مؤمناً متعمداً قد فعل السبب الذي يخلد به في النار، وحينئذ يكون وجود المانع محتملاً، قد يوجد، وقد لا يوجد، فهو على خطر جداً" (اصل بات یہ ہے کہ جو شخص کسی مومن کا قتل کرتا ہے عمداً تو اس کو سبب جہنم میں ہمیشہ کے عذاب کا سبب تو ہو گیا (یعنی وجہ تو ہے اس کی کہ مستحق ہو گیا اس عذاب کا جو ہمیشہ کے لیے) لیکن یہ جو مانع ہے جس کی وجہ سے جہنم کا عذاب ہمیشہ نہیں ملے گا یہ اُس کے پاس ہے ایمان جو ہے، اب یہ احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے اس کو ہمیشہ کے لیے عذاب ہو ہو سکتا ہے کہ نہ ہو، تو خطرہ تو موجود ہے نا (تو اس خطرے کو بیان کرنے کے لیے تم مومن ہو تم بچ کر رہنا تم ایسا عمل کبھی نہ کرنا کیونکہ تم مومن ہو))۔

"ولهذا قال النبي صلى الله عليه وسلم" (اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے) "لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا" (صحیح بخاری کی حدیث میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مومن جو ہے وہ اپنے دین کی کشادگی میں رہتا ہے (اس کا دین اس کے لیے کشادہ ہوتا ہے) جب تک کہ وہ کسی معصوم خون کو قتل نہیں کرتا (یا خونریزی نہیں کرتا)۔

اگر قتل کر دیتا ہے تو دین اس کا تنگ ہو جاتا ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے (نعوذ باللہ)، اتنا دین تنگ ہو جاتا ہے اس کے لیے!

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ’’فإذا أصاب دماً حراماً والعیاذ باللہ، فإنه قد یضیق بدینه حتی یخرج منه‘‘ (اگر حرام خون کو وہ بہاتا ہے اور ناحق قتل کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ، اُس کا دین اتنا تنگ ہو جاتا ہے کہ نعوذ باللہ وہ دین سے خارج ہو جاتا ہے)۔

تو اس سے کیا مراد ہے؟ کہ یہ جو وعید ہے ’’باعتبار المال‘‘ (اگر ایسا ہو گا تب)۔

یعنی اگر کافر ہو جائے گا اس کا دین تنگ ہے اس نے کسی مومن کا قتل کیا ہے جان بوجھ کر قتل کیا ہے دین اس کے لیے تنگ ہو گیا ہے اتنا تنگ ہو گیا ہے کہ وہ کفر کر بیٹھا (کفر اکبر) مرتد ہو جائے گا تب تو ہمیں وعید ہو گی کہ نہیں ہمیشہ کے لیے ﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾؟ تو اس سے بچنے کے لیے اسے چاہیے کہ ایسا کام نہ کرے تاکہ اس کو یہ وعید نہ ملے۔

یعنی مومن اگر کسی کا قتل کرنا چاہتا ہے متعمداً تو وہ یہ سوچ لے یہ نہ ہو کہ میرا دین میرے لیے تنگ ہو جائے میں (نعوذ باللہ) اس قتل کرنے کے بعد مرتد نہ ہو جاؤں پھر میرے لیے وعید ہو گی جو ہمیشہ کے لیے عذاب ہے (جہنم کا عذاب) تو انسان ڈر جاتا ہے کہ نہیں؟

یعنی ایک مسلمان کے خون کو ضائع کرنے سے یا خونریزی سے روکنے کا ایک بہترین طریقہ ہے کہ نہیں؟ (سبحان اللہ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ’’وعلی هذا، فیکون الوعید هنا باعتبار المال، لأنه یخشی أن یکون هذا القتل سبباً لکفره، وحینئذ یموت علی الکفر، فیخلد‘‘ (نعوذ باللہ)۔

پھر فرماتے ہیں: ’’فیکون في هذه الآیة علی هذا التقدیر ذکر سبب السبب‘‘ (سبب کے سبب کا ذکر ہے اس آیت میں) ’’فالقتل عمداً سبب لأن یموت الإنسان علی الکفر‘‘ (قتل عام جو ہے وہ سبب ہے کہ کوئی شخص جو ہے (نعوذ باللہ) کفر پر اس کی موت ہو) ’’والکفر سبب للتخلید في النار‘‘ (اور کفر جو ہے وہ ہمیشہ کے جہنم کی جزاء کے لیے سبب ہے)۔

تو دو سبب ہیں: (۱) ایک ہے کفر کا سبب۔ (2) اور کفر جو ہے ہمیشہ کے جہنم کے عذاب کا سبب ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ’’وأظن هذا إذا تأمله الإنسان، یجد أنه لیس فیه إشکال‘‘ (اگر تھوڑا غور و فکر کیا جائے اس جواب پر اس میں کوئی اشکال ابہام نہیں ہے)۔ (واضح ہے نا، سمجھ آ گئی بات نا اس میں کوئی اشکال نہیں ہے)۔

پانچواں جواب اِس سے بھی اچھا ہے اور آسان ہے:

5-"الوجه الخامس" (پانچواں جواب)"أن المراد بالخلود المكث الطويل"(لمبے عرصے تک)"وليس المراد به المكث الدائم" (اس سے مراد ہمیشگی نہیں ہے(ہمیشہ کے لیے نہیں ہے))، کیونکہ عربی زبان میں یہ لفظ خلود جو ہے دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، لمبے عرصے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور ہمیشہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے تو سیاق وسباق سے پتہ چل جاتا ہے کہ کون سا معنی مراد ہے ہمیشہ کے لیے یا لمبے عرصے کے لیے۔

جیسا کہ کہا جاتا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ):"كما يقال: فلان خالد في الحبس" (فلان جو ہے وہ قید میں خالد ہے(ہمیشہ رہے گا؟))"والحبس ليس بدائم" (اور ہم یہ جانتے ہیں کہ قید جو ہے وہ ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتی)۔

اسی طریقے سے:"ويقولون" (عربی زبان میں یہ بھی ایک کہاوت ہے یہ کہا جاتا ہے)"فلا خالد خلود الجبال" (فلاں جو ہے وہ پہاڑوں جیسا ہمیشہ رہے گا(پہاڑ ہمیشہ رہیں گے کیا؟!)) "ومعلوم أن الجبال ينسفها ربي نسفاً فيذرها قاعاً صفصفاً" (پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور زمین کے برابر ہو جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۃ طہ میں)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں:"وهذا أيضاً جواب سهل لا يحتاج إلى تعب" (یہ سب سے آسان جواب ہے، یہ آسان جواب ہے اس لیے کوئی کسی مشقت کی اس میں ضرورت نہیں ہے) "فنقول: إن الله عزّ وجلّ لم يذكر التأبيد، لم يقل: خالداً فيها أبداً بل قال: ﴿خَلِدًا فِيهَا﴾، والمعنى: أنه ماكث مكثاً طويلاً" (بہت لمبے عرصے کے لیے، اس میں اَبداً کا لفظ نہیں ہے ﴿خَلِدًا فِيهَا﴾ ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ لمبا عرصہ ہے، لمبے عرصے کے لیے)۔

6-"الوجه السادس" چھٹا جواب ابھی باقی ہے:"أن يقال إن هذا من باب الوعيد، والوعيد يجوز إخلافه" (یہ وعید میں سے ہے اور وعید جو ہے اس کے نفاذ کو چھوڑ بھی دیا جاتا ہے)۔

یعنی دو ہیں: (۱) ایک ہے "وعد" (وعدہ) وہ لازم پورا ہو کر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے یہ قاعدہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے، اور جو یعنی جزاء ہے اور ثواب ہے وعدہ ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ (۲) اگر وعید ہے سزا ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے رحم وکرم سے اسے ختم کر دے۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں چھٹا جواب جو ہے: ''أن يقال إن هذا من باب الوعيد، والوعيد يجوز إخلافه،لأنه انتقال من العدل إلى الكرم'' (کیونکہ وعید کو چھوڑ دینا اس کا نافذ نہ کرنا جو ہے سزا کسی کو نہ دینا یہ انتقال ہے عدل سے فضل و کرم کی طرف (بلند درجہ ہے نا احسان ہے نا))۔

دیکھیں تین آپ ہمیشہ یاد رکھیں ذہن میں رکھیں: ایک درمیان میں لائن اپنے ذہن میں رکھیں، ایک اُس کے نیچے، اور ایک اُس کے اوپر۔ تین لائنیں ہیں: ایک خاکہ ہے (۱) جو درمیان والی ہے وہ ہے عدل وانصاف۔ (۲) جو نیچے ہے وہ ظلم ہے۔ (۳) جو اوپر ہے وہ احسان ہے کرم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں نیچے والے لائن تو ہے ہی نہیں ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ (الکھف:49)، ظلم ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم کرتا ہی نہیں ہے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مخلوق ظلم کرتی ہے کیونکہ مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کبھی ظلم نہیں کرتا۔

کیا باقی رہتا ہے اللہ کے حق میں؟ عدل وانصاف ہے اور احسان ہے۔

اب جب اللہ تعالیٰ کسی سزا کی بات کرتا ہے کسی مومن کے لیے اب سزا ہے اب دو چیزیں ہیں:

(۱) یا تو عدل وانصاف ہوگا اور اس کا نفاذ ہوگا اس وعید کا سزا کا نفاذ ہوگا۔ تو یہ کیا ہے؟ عدل وانصاف ہے ظلم نہیں ہے۔ چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے کیونکہ اس نے چوری کی ہے شرطیں پوری ہو جائیں اور آٹھ شرطیں ہیں چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا دینے کی جب یہ شرطیں شرعاً پوری ہو جائیں تو ہاتھ کاٹا جائے گا اس کا یہ ہاتھ کاٹنا جو ہے چور کا کیا ظلم ہے (نعوذ باللہ)؟ نہیں۔ اسے کیا کہتے ہیں؟ عدل وانصاف کہتے ہیں عدل وانصاف ہے یہ کیونکہ دنیا میں اُس نے کیا ہے تو اس کو دنیا میں سزا ملے گی۔

(۲) اب کسی نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوئی گناہ کیا ہے کہ اس نے چوری کی ہے پکڑا نہیں گیا ہے حد قائم نہیں ہوئی دنیا میں اُس کی (کیونکہ اگر حد قائم ہو جاتی ہاتھ کاٹ دیا جاتا تو آخرت میں اس کو کوئی سزا نہیں ہے دنیا میں سزا مل گئی اسے) تو پکڑا نہیں گیا نہ اسے سزا ملی ہے اس نے توبہ بھی نہیں کی یہ گناہ باقی ہے کہ نہیں؟ عدل وانصاف کا کیا تقاضہ ہے؟ دنیا میں اس کو سزا نہیں ملی تو اس کو آخرت میں سزا ملے گی کہ نہیں؟ آخرت میں کیا سزا ہو گی؟ اللہ تعالیٰ کا عذاب جہنم جو ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے اسے معاف کرنا اگر اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے اور اسے سزا نہیں دیتا تو یہ کیا ہے عدل

وانصاف ہے کہ نہیں ؟ باقی چور جو ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف نہیں کیا ظلم ہے کیا دوسرے پر؟ دوسرا تو عذاب کا مستحق ہو چکا ہے، یہ بھی ہو چکا ہے۔

اب یہ انصاف کا تقاضہ نہیں ہے کہ دونوں کو سزا مل جائے، اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اللہ تعالیٰ ان کے اوپر احسان کرنا چاہتا ہے اس کے دل کو دیکھ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ کیا دیکھتا ہے؟ ہمارے دلوں کو دیکھتا ہے ہمارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ دو لوگوں کے کیا دل برابر ہوتے ہیں؟ کیا دو لوگوں کے ایمان، اخلاص، توحید، اللہ تعالیٰ سے محبت، اتباع سنت، یہ سارے برابر ہوتے ہیں کیا؟ نہیں ہوتے برابر۔

کیا دو لوگوں کا اخلاص برابر ہوتا ہے؟ نہیں ہوتا۔ دو لوگوں کے عمل برابر ہوتے ہیں؟ نہیں ہوتے۔ تو اس لیے ایک ہی سزا ملنی چاہیے کیا؟ نہیں۔ کیونکہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دونوں چور ہیں ایک کو معاف کر دیا گیا دوسرے کو معاف نہیں کیا تو ظلم ہے۔

نہیں میرے بھائی! ظلم نہیں ہے کیونکہ قاعدہ کیا ہے ابھی بتایا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے حق میں ظلم ناممکن ہے ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾، یہ قاعدہ یاد رکھیں ہمیشہ: ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾۔ بچے گا کیا؟ عدل وانصاف اور احسان۔

سزا مل گئی اسے دونوں کو سزا مل گئی دو چور ہیں؟ عدل وانصاف ہے۔

دونوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا؟ احسان۔

ایک کو سزا دی ایک کو معاف کر دیا؟ عدل وانصاف بھی ہے اور احسان بھی ہے۔ کوئی اشکال ہے؟ الحمد للہ۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: ”والإنتقال من العدل إلى الكرم كرم وثناء“ (یہ کرم ہے اور ثناء ہے (یعنی جو درگزر کر دیتا ہے تو قابل تعریف ہے کہ نہیں؟ قابل تعریف ہے نا کیونکہ اس نے احسان کیا ہے اور احسان کرنے والے کی تعریف کی جاتی ہے وہ قابل مدح وثناء ہے)“وأنشدوا عليه قول الشاعر“ (اور عربی زبان میں ایک شاعر بھی ہے جس نے یہ کہا ہے)، دیکھیں بڑی پیاری بات کرتا ہے شاعر جو ہے، شاعر کہتا ہے:

وإِنِّي وإِنْ أوعَدْتُهُ أو وَعَدْتُهُ
لَمُخْلِفُ إيعَادِي ومُنْجِزُ مَوْعِدي

کتنے پیارے الفاظ ہیں دیکھیں ملتے جلتے الفاظ ہیں، کہتا ہے:

"وإنِّي وإنْ أوعَدْتُهُ أو وَعَدْتُهُ" (اور میں بے شک جب اُس سے وعدہ کرتا ہوں، یا وعد کرتا ہوں)۔ "وعد یا وعید" وعدہ ثواب کے لیے ہوتا ہے، وعید سزا کے لیے ہوتی ہے جب میں دونوں سے کام لیتا ہوں: "لَمُخْلِفُ إيعَادِي" (جو وعید ہے اس کو تو میں چھوڑ سکتا ہوں در گزر کر سکتا ہوں) "ومُنْجِزُ مَوْعِدِي" (اور اپنا جو وعدہ کیا ہے وہ پورا کر کے رہتا ہوں)۔ عربی زبان میں بھی یہ چیز موجود ہے اور قرآن مجید اسی زبان میں نازل ہوا ہے (سبحان اللہ) عربی زبان میں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "أوعدته بالعقوبة، ووعدته بالثواب، لمخلف إيعادي ومنجز موعدي" (میں نے سزا کا وعدہ بھی کیا اور جزاء کا وعدہ بھی کیا اُس سے، جو سزا کا اُس سے وعدہ کیا اسے وعید کہتے ہیں اسے تو میں چھوڑ دیتا ہوں در گزر کر سکتا ہوں لیکن جو بھلائی کا وعدہ کیا ہے وہ کبھی چھوڑنے والا نہیں ہوں تو بھلائی کر کے رہتا ہوں)۔

پھر مثال دیتے ہیں شیخ صاحب، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وأنت إذا قلت لابنك: والله، إن ذهبت إلى السوق، لأضربنك بهذا العصا" (اگر آپ بیٹے سے کہتے ہیں کہ اگر تم بازار گئے نا میں تمہیں اس لکڑی سے ماروں گا، قسم کھاتے ہیں کہ واللہ! میں تمہیں ماروں گا) "ثم ذهب إلى السوق" (پھر وہ بازار چلا جاتا ہے) "فلما رجع، ضربته بيدك" (بعد میں تم نے ہاتھ سے اسے مارا ہے) "فهذا العقاب أهون على ابنك" (یہ جو سزا تم نے اسے دی ہے (یہ کیا ہے؟) یہ کم ہے بیٹے کے لیے) "فإذا توعد الله عزّ وجلّ القاتل بهذا الوعيد، ثم عفا عنه، فهذا كرم" (اسے معاف کر دیتا ہے یہ کرم ہے)۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں: "ولكن هذا في الحقيقة فيه شيء من النظر" (اس میں بھی یہ بات نظر ثانی کی مستحق ہے) "لأننا نقول: إن نفذ الوعيد، فالإشكال باق، وإن لم ينفذ، فلا فائدة منه" (اگر وعید کا نفاذ ہو جائے تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے لیکن اگر اس وعید کا نفاذ نہ ہو تو پھر فائدہ کیا ہے ذکر کرنے کا)۔ سختی تو ختم ہو گئی نا اصل معنی جو ہے اصل لب لباب جو ہے کہ کسی مومن کے خون کے قریب تک بندہ نہ جائے، قتل کرنے کے قریب بھی نہ جائے بندہ سوچے بھی نہ، جب ایسا معاملہ ہو گا اور بات کرم کی بھی آئے گی در گزر کی بھی آئے گی، وعید کا نفاذ نہ کرنے کی بھی آئے گی تو پھر وہ معنی باقی نہیں رہتا وہ سختی باقی نہیں رہتی تو اس کا پھر فائدہ نہیں رہتا شیخ صاحب فرماتے ہیں۔

"هذه ستة أوجه في الجواب عن الآية" (یہ آیت کے چھ مختلف جوابات ہیں)"وأقربها الخامس، ثم الرابع" (سب سے قریب پانچواں ہے یعنی ہمیشہ کے لیے لمبے عرصے تک، پھر چوتھا جو ہے وہ جواب جو ہے وہ زیادہ قریب ہے (چوتھا کیا تھا ؟کہ سبب کا سبب ہے))۔

لیکن ایک مسئلہ ہے یہاں پر، درس کو اِدھر ختم کرتے ہیں اگلے درس میں ان شاءاللہ قاتل کی توبہ کے تعلق سے کہ اگر قاتل توبہ کرلے تو کیا اس وعید کا مستحق ہو گا کہ نہیں ہو گا اس پر بات کریں گے، لیکن ایک مسئلہ یہاں پر بیٹے والی مثال پر اُس نے قسم کھائی کہ لکڑی سے ماروں گا اور مارا اُس نے ہاتھ سے ہے، کام تو اُس نے کرلیا ہے ایک چیز باقی رہی کہ نہیں؟ کیا؟ قسم کا کفارہ (بارک اللہ فیک)۔

ہونا کیا چاہیے تھا؟ لکڑی سے مارنا چاہیے تھا۔کیسے مارتا لکڑی سے ؟ ٹچ (Touch) کردیتا۔ جب اسے ہاتھ سے تو ٹچ (Touch) کردیا ناہاتھ سے تو مارا ہے نا تو سزا تو کم ہوئی اصل بات یہ ہے کہ کم سزا دینے کی بات ہے یا سزا کو معاف کرنے کی بات ہو رہی ہے۔غصے میں آکر اس نے کہہ تو دیا ہے لیکن جو لفظ استعمال کیا ہے اگر قَسم نہ ہوتی تو ٹھیک ہے لکڑی کی جگہ ہاتھ سے اسے ماردیتا تو یہ بہتر ہوتا یہ احسان ہے اور اگر نہ مارتا تب بھی اس کی مرضی ہے لیکن قَسم کھاکر جب جس چیز کی قَسم کھائی ہے اُس کا نفاذ نہ کیا جائے تب کفارہ لازم آتا ہے۔

قَسم کا کفارہ کیا ہے؟ ﴿إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَٰكِينَ﴾ (دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے)(المائدۃ:89)۔کون سا کھانا کھلانا ہے؟ بروسٹ کھلانا ہے یا کوئی بریانی کھلانی ہے یا کوئی کوفتے کھلانے ہیں کیا کھلانا ہے؟ وہ کھانا جو آپ اپنے گھر میں عام طور پر کھاتے ہیں (عام طور پر)، یہ نہیں کہ آپ نے کبھی ہفتے میں مہنگا کھانا کھایا ہے تو وہی دینا ہے آپ نے، یا کبھی سستا فول (دال جیسی چیز) کھایا تو فول دینا ہے، یا دال کھائی ہے تو وہ۔ نہیں! اوسطاً جو آپ کھاتے ہیں اُس کھانے میں سے۔

کتنے کو دینا ہے؟ دس مسکینوں کو دینا ہے۔ پانچ چلے گا؟ نہیں چلے گا۔ نو؟ نہیں! کیونکہ دس کو دس ہو گا۔ یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا ہے ﴿كِسْوَتُهُمْ﴾ (المائدۃ:89)۔کون سا کپڑا؟ جو عام آپ اپنے گھر میں پہنتے ہیں۔

یہ ثوب کافی ہو جائے گی یہ عام ثوب؟ کافی ہے۔بنیان لازمی ہے اُس کے لیے اور یہ ٹراؤزر جو ہوتا ہے یا شلوار؟ ثوب "کسوۃ" آپ نے دینا ہے اُسے جو عام طور پر دیا جاتا ہے۔

نہ ہو تو؟﴿تَحۡرِيرُ رَقَبَةٍۖ﴾(المائدۃ:89)۔تیسرا کیا ہے؟ گردن آزاد کرنی ہے۔

ان تینوں میں آپ کو اختیار ہے: کسی کے پاس گارمنٹس کی دکان ہے تو گارمنٹ (کپڑا) دے دے اس کو پہنا دے، کسی کے لیے کھانا آسان ہے تو کھانا دے دے، کسی کے بہت سارے غلام ہیں لونڈی ہے تو وہ آزاد کر دے ایک (دس آزاد کرے گا؟ایک،دس نہیں)۔

اگر یہ نہ ہو تو پھر؟ تین دن کا روزہ رکھنا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قَسم کھا کر اور اُس قَسم کو پورا نہ کرے اور تین دن روزے رکھ لے جبکہ وہ کھانا کھلا بھی سکتا ہے، کپڑا پہنا بھی سکتا ہے، گردن تو ہے نہیں آج کل تو وہ آزاد کرنے کی بات نہیں ہے، کیا اُس کا کفارہ ہو گیا؟ ترتیب لازم ہے (بارک اللہ فیک)۔کیا کرے گا وہ؟ تین دن کا روزہ اُس کا نفل روزہ ہے اور کھانا کھلائے گا وہ اس کا باقی ہے۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (36.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔